زکوٰۃ کے مصارف

سید یعقوب شاہ، سابق آڈیٹر جنرل پاکستان

۱۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ترجمان القرآن میں سورۃ توبہ کی آیت زکوٰۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "زکوٰۃ کی نوعیت عام خیرات کی سی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے پورے معنوں میں ایک انکم ٹیکس ہے، جو اسلامی حکومت نے ہر کمانے والے فرد پر لگایا ہے۔ بشرطیکہ اس کی کمائی اس کی ضروریاتِ زندگی سے زیادہ ہو۔ موجودہ زمانے کے انکم ٹیکسوں میں اور اس میں صرف دو باتوں کا فرق ہے۔ ایک یہ کہ اپنی نوعیت میں یہ زیادہ وسیع ہے۔ یعنی صرف کاروبار کی گھٹتی بڑھتی آمدنی پر ہی عائد نہیں ہوتا بلکہ اندوختہ پر بھی واجب ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اس سال کوئی نئی آمدنی نہ ہوئی ہو۔ نیز اُس سال کی تمام ملکیتیں بھی اس میں داخل ہیں جو بڑھنے کی استعداد رکھتی ہوں۔ مثلاً مویشی۔ دوسری یہ کہ مقصد کے لحاظ سے یہ ایک خاص مصرف رکھتا ہے، جس کی مختلف صورتیں معین کر دی گئی ہیں ۔ اسٹیٹ کو حق نہیں کہ ان مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرے" [1] گویا زکوٰۃ ایک قسم کا ٹیکس ہے، جسے تنظیم کے ماتحت اکٹھا کرنا مقصود قرآن پاک ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ہر کسی کو اپنی اپنی جگہ اسے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی تو "عاملین علیہا" کو مصارف زکوٰۃ میں شامل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر تنظیم اختیاری ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کو ان مسلمانوں سے جنگ کرنے کی نوبت کیوں آتی، جنہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے معاملے میں خود مختاری چاہی تھی۔ سید سلیمان صاحب ندوی فرماتے ہیں:۔

(یہ مقالہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقدہ فروری ۶۸ء کے لئے لکھا گیا۔ مدیر۔)

[1] ترجمان القرآن از ابوالکلام آزاد۔ ص ۱۴۴

حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ زکوٰۃ بیت المال میں داخل نہ کریں گے بلکہ خود اس کو صرف کریں گے تو شریعت محمدی کے شناسائے راز نے ان کی اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور بزور ان کو بیت المال میں زکوٰۃ داخل کرنے پر مجبور کیا"۔ [۲]

(۳) زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم قرآن کی ابتدائی سورتوں مثلاً سورہ مزمل میں بھی موجود ہے۔ مگر وہاں یہ لفظ خیرات کا مترادف ہے۔ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی پریشانی پراگندگی، شکستہ حالی، غربت اور مسکینی کی جو کیفیت تھی، اس کی بنا پر اتنا ہی ان کے لئے بہت تھا کہ وہ یتیم، مسکین اور بھوکے کو کھانا کھلادیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اسی قسم کی خیرات کی تعلیم دی گئی..... مدینہ منورہ آکر جب مسلمانوں کو کسی قدر اطمینان ہوا اور انھوں نے اپنا کچھ کاروبار شروع کیا تو روزہ کے ساتھ ساتھ سنہ ۲ ھ میں صدقۃ الفطر واجب ہوا... لیکن جزیرہ عرب اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس کا کوئی مرتب قومی نظام بھی قائم نہ تھا۔ رمضان ۸ھ میں مکہ کی فتح نے تمام عرب کو ایک سررشتہ میں منسلک کردیا۔ اب وہ وقت آیا کہ اسلام اپنا خاص نظام قائم کرے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی :-

خذ من اموالھم صدقۃ (اے محمد رسول اللہؐ) ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ)
تطھرھم وتزکیھم بھا وصول کرو۔ کہ اس کے ذریعہ سے تم ان کو پاک و صاف کرسکو۔

چنانچہ اس کے بعد نئے سال یعنی محرم ۹ھ میں زکوٰۃ کے تمام احکام و قوانین مرتب ہوئے۔ اس کی وصولی کے لئے تمام عرب میں محصلوں اور عاملوں کا تقرر ہوا۔ اور باقاعدہ ایک بیت المال کی صورت پیدا ہوئی [۳]۔ نزولِ احکام زکوٰۃ کے وقت پر غور کرنے سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کا مقصد فقراء کی دستگیری ہی نہ تھا کیونکہ اس کام کی تلقین تو قرآن ابتداء ہی سے کرتا چلا آیا تھا۔ بلکہ اس اسلامی تنظیم کے لئے جو ابھی ابھی ملک عرب میں قائم ہوئی تھی، مالی امداد و ہدایات فراہم کرنا تھا۔ چنانچہ یہ بتادیا گیا کہ یہ اسلامی تنظیم اسلام کے پیروؤں کے مال میں حصہ دار ہے اور یہ بھی بتادیا گیا کہ اس

---

[۲] سیرۃ النبی۔ طبع دوم - جلد ۵ - ص ۲۰۸

[۳] " " " ص ۲۱۱

مال کو اکٹھا کر کے وہ کن مصارف میں خرچ کر سکتی ہے۔ گویا پہلی دفعہ اسلامی حکومت کو رعایا سے ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس ٹیکس کو دینی حیثیت اس لئے دی گئی "تاکہ لوگ اسے خوش دلی اور بغیر ہیرا پھیری کے ادا کر دیں اور اس کے مصارف کا تعین اس لئے کر دیا گیا تاکہ" یہ سرمایہ سلاطین اور حاکموں کے ہاتھوں میں کھلونا نہ بن جائے۔ اور ریاست اور ریاست کی دوسری آمدنیوں کی طرح یہ بھی ان کے عیش و عشرت کے پرتکلف سامانوں کی نذر نہ ہو جائے[۲]۔ کن اشیاء پر کس مقدار میں اور کس وقت زکوٰۃ عائد ہوگی، یہ سب تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما دیں۔ اور اس طرح اسلامی نظام محاصل کا ایک مرکز قائم ہو گیا جس کے ارد گرد آئندہ حکومتیں اپنی اپنی ضروریات کے مطابق محاصل کے نئے نئے محل تعمیر کر سکتی ہیں۔ لیکن مرکز اسی طرح قائم رہے گا اور دینی تقدس اسی کو حاصل ہوگا۔

(۳) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ زکوٰۃ ایک قسم کا ٹیکس ہے تو پاکستان جیسے ممالک میں مسلمان رعایا کو دو جبری ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں اور غیر مسلم رعایا صرف ایک ادا کرتی ہے۔ پہلے ایسا نہ ہوتا تھا۔ مثلاً عشر یا خراج ادا کرنے کے بعد زمیندار دنیا و دین دونوں کے مطالبات سے نجات حاصل کر لیتا تھا۔ لیکن اب پہلے سے زیادہ لگان ادا کرنے کے بعد بھی زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے ذمے باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں کی اس معاملے میں کیا دستگیری ہو سکتی ہے۔ حکومت دفاع اور رفاہِ عامہ کے کئی ایسے کام کر رہی ہے جو مصارف زکوٰۃ میں شامل ہیں۔ چنانچہ احقر کی تجویز یہ ہے کہ جو خرچ حکومت ان کاموں پر کرتی ہے، جو مصرفِ زکوٰۃ ہیں، اس کے محاذی ٹیکس دہندگان کا ٹیکس زکوٰۃ میں مجرا ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے یہ درکار ہوگا کہ ٹیکس دینے والا اپنے ادا کردہ ٹیکس اور اس میں مشمول رقم زکوٰۃ سے حکومت کو مطلع کرے۔ یہ فیصلہ حکومت کرے گی کہ اس کا اعلان کس وقت کس کے سامنے اور کس طریقے سے ہو۔ ان اعلان کردہ رقوم کو ایک طرف جمع کر لیا جائے اور دوسری طرف ان سب مدات کے خرچ کو جمع کر لیا جائے جو مصرف زکوٰۃ ہیں۔ اگر موخر الذکر زکوٰۃ کی رقم کے برابر یا اس سے زائد ہو تو ٹیکس دہندگان کو مزید زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اگر کم ہو تو مثلاً اسی فیصد

---

[۲] سیرۃ النبی از سید سلیمان صاحب ندوی۔ طبع دوم جلد ۵ - ص ۲۳۰

کے برابر ہو تو حکومت کو اعلان کرنا ہو گا کہ زکوٰۃ کا ۱/۵ حصہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے ذمے رہ گیا ہے، وہ اسے خود ادا کر دیں۔ اس طرح ایک طرف زکوٰۃ دینے والوں کو بڑی حد تک رعایت اور سہولت میسّر ہو جائے گی اور دوسری طرف حکومت مذہب کے عائد کردہ فرض سے سبکدوش ہو سکے گی۔ اور ایسا کرنے میں اس پر کوئی خاص بار نہیں پڑے گا۔

(۴) اس تجویز کی راہ میں چند رکاوٹیں ہیں۔ احکام زکوٰۃ کی موجودہ تاویل کے مطابق غنی، آل ہاشم اور غیر مسلم پر زکوٰۃ خرچ نہیں کی جا سکتی۔ لیکن حکومت اپنے رفاہی کاموں میں مسلم اور غیر مسلم اور سیّد اور غیر سیّد اور کسی حد تک غریب اور امیر میں امتیاز نہیں کر سکتی۔ دوسری شرط یہ لگائی جاتی ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے، مالک بنا کر دی جائے۔ لیکن دفاع اور رفاہی اداروں کے بیشتر خرچ میں یہ شرط پوری نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا ان شرائط سے کسی طرح گریز ممکن ہے۔

(۵) قرآن مجید میں زکوٰۃ کے متعلق حسب ذیل آیت موجود ہے :۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم۔ (۹ : ۶۰)	صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ محتاج و فقیر کی دستگیری کو حکومت کے مالی فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔ لیکن اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کا ذکر ہے اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے منسلک نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہر مصرف اپنے طور پر آزادانہ زکوٰۃ میں حصہ کا حق دار ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ بعض علماء کی رائے ہے کہ فقر کی شرط سب مصارف میں لازم ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک عاملین صدقہ کے علاوہ باقی تمام مصارف میں فقر و حاجت مندی شرط ہے [۵]

[۵] قرآن میں نظامِ زکوٰۃ مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ ص ۵۰

زکوٰۃ کمیٹی جسے حکومتِ پاکستان نے ۱۹۵۰ء میں قائم کیا تھا، اپنی رپورٹ میں لکھتی ہے:۔ "سلف متقدمین" میں فی سبیل اللہ کی عام وسیع تعبیر جن حضرات نے کی ہے، اس کے ساتھ فقر و احتیاج کی قید لگائی گئی ہے، جیسا بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ وہ شخص جو کسی دینی خدمت میں اور نیک کام میں مشغول ہو، وہ مصرف زکوٰۃ میں داخل ہے۔ بشرطیکہ وہ محتاج و فقیر ہو (بدائع ص ۴۵ ج ۲)۔ اور اگر کوئی استثناء ہے تو وہ صرف غازی فی سبیل اللہ اور الحج والعمرۃ فی سبیل اللہ کے بارے میں ہے۔ جن کے متعلق احادیث موجود ہیں[1] لیکن ابن حیان (متوفی ۷۴۵ھ) لکھتے ہیں:۔

الذی یقتضیہ تعداد ھذہ الاوصاف انھا لاتتداخل واشتراط الفقر فی بعضھا یقتضی التداخل فان کان الغازی او الحاج شرط اعطائہ الفقر فلاحاجۃ لذکرہ لانہ مندرج فی عموم الفقراء بل کل من کان یوصف من ھذہ الاوصاف جاز الصرف الیہ علی ای حال کان من فقر او غنی لانہ قام بہ الوصف الذی اقتضی الصرف الیہ[2]

(مستحقین زکوٰۃ کے) ان اوصاف کو گنانا اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ ایک دوسرے میں داخل نہیں اور اگر فقر کی شرط کو بعض کے ساتھ لگا دیا جائے تو یہ دخل لازم آجاتا ہے پس اگر غازی یا حاجی کو زکوٰۃ دینے کی شرط یہ ہوتی کہ وہ فقیر ہو تو ان (اصناف) کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی کیونکہ وہ فقر کی عام (صنف) میں شامل تھے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) جس کسی میں ان اوصاف میں سے ایک بھی پایا جائے اس پر (زکوٰۃ) خرچ کرنا جائز ہے۔ چاہے وہ فقیر ہو یا غنی۔ کیونکہ اس میں وہ وصف پوری طرح پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر صرف جائز ہے۔

زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) اپنی کتاب "کشاف" میں لکھتے ہیں:۔

ارسخ فی استحقاق التصدیق علیھم فمن سبق ذکرہ لان فی للوعاء فنبہ علی انھم احقاء

آخری چار اصناف کے لئے لفظ (فی) آیا ہے اس لئے اس کا استحقاق پہلی چار کی نسبت زیادہ ہے۔

---

[1] گزٹ پاکستان خصوصی مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۴ء ص ۱۴۶۷

[2] تفسیر بحر محیط ج ۵۔ ص ۶۰۔ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ

زمخشری کی اس رائے سے ابن حبان نے بھی اتفاق کیا ہے۔

(۶) یہ تو تھا قرآن پاک کا حکم۔ اس سے زکوٰۃ کے خرچ کے لئے فقر کی شرط لازم نہیں آتی۔ اب لیجئے احادیث۔ پہلے حسب ذیل دو پر غور فرمائیے۔

(الف) عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذا الی الیمن فقال: ادعھم الی شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ فان ھم اطاعوا لذلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم تؤخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم[۸]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذؓ کو یمن بھیجا (۹ھ) تو ان سے فرمایا:۔ ان لوگوں کو دعوت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں۔ جب وہ لوگ یہ مان لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ بھی مان جائیں تو ان سے کہنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے امراء سے لی جائے گی اور تمہارے فقراء کو لوٹا دی جائیگی۔

(ب) عن انس بن مالک ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نشدتک اللہ آاللہ امرک ان تاخذ الصدقۃ من اغنیائنا فتردھا علی فقرائنا۔ قال: نعم الخ[۹]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: آپ اللہ کے واسطہ سے بتائیں کہ آیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمارے امیروں سے صدقہ وصول کریں اور اسے ہمارے غریبوں کو لوٹا دیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

ان حدیثوں سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ صرف فقیر اور وہ بھی مسلمان فقیر ہی کو مل سکتی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں زکوٰۃ کے عمومی اثر کو ظاہر کرتی ہیں۔ یعنی بتاتی ہیں کہ امیروں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اسے غریبوں کی بہتری کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ یہی ہر رفاہی ٹیکس کا مقصد ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ رعایا کی بہبود کے جو کام کئے جائیں گے، ان سے غریبوں کے علاوہ دوسروں کو استفادہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہ اس قسم کی کسی ممانعت کا ذکر ان احادیث میں آیا ہے اور نہ ہمیں

---

[۸] بخاری ۱:۲۴۳

[۹] ایضاً: ص ۸۳

سے ان میں داخل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کے واضح احکام سے جن کا ذکر آگے آئے گا، تصادم ہو جائے گا۔

(۷) غنی اور صدقہ کے بارے میں تیرہ صحابہ کرام سے روایات موجود ہیں۔ چار میں غنی کو سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک میں جس کے راوی ابو سعید خدریؓ ہیں، فرمایا ہے: "لاتحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ: العامل علیھا ورجل اشتراھا بمالہ او غارم او غاز فی سبیل اللہ او رمسکین تصدق علیہ منھا فاھداھا الغنی: یعنی غنی کے لئے زکوٰۃ پانچ صورتوں میں جائز ہے (۱) جب وہ صدقات (کی وصولی) پر متعین ہو (۲) جب اس نے اپنے مال سے اسے خریدا ہو (۳) یا وہ مقروض ہو (۴) یا وہ اللہ کے راستہ میں غازی ہو۔ (۵) یا زکوٰۃ لینے والا مسکین اسے بطور ہدیہ کے غنی کو دے۔ اور آٹھ میں غنی اور تندرست کام کاج کے قابل شخص دونوں کو زکوٰۃ کے نااہل قرار دیا گیا ہے [۱۰]۔ لیکن فقہاء عام طور پر جہاں غنی کو زکوٰۃ سے محروم سمجھتے ہیں، وہاں توانا فقیر کو مستحق گردانتے ہیں۔ وان الفقیر اذ کان قویا مکتسباً تحل لہ اخذ الصدقۃ ولا یحل لہ السوال [۱۱]۔ یعنی توانا کام کرنے کے قابل فقیر کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے مگر سوال کرنا جائز نہیں۔ حضور صلعم نے توانا فقیر اور غنی کو آٹھ حدیثوں میں ہم پلّہ رکھا تھا۔ پھر فقہاء کرام نے ان میں تفریق کیوں کی؟ مجھے اس کی ایک ہی وجہ سوجھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان بزرگانِ دین نے ان احادیث میں لفظ صدقہ سے زکوٰۃ نہیں بلکہ خیرات معنی لئے ہیں۔ پس ہٹے کٹے فقیر کو خیرات دینا منع ہے لیکن زکوٰۃ میں وہ حصّہ دار ہے۔ اگر یہ خیال درست ہے تو غنی کو زکوٰۃ ملنے کے بارے میں صرف ایک ہی حدیث رہ جاتی ہے۔ یعنی وہ جو ابو سعید خدریؓ کی طرف منسوب ہے اور جس کے مطابق زکوٰۃ کے محکمہ میں کام کرنے والے مقروض اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو زکوٰۃ مل سکتی ہے، گو وہ غنی ہی ہو۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشاد کے مطابق کئی صورتوں میں غنی کو زکوٰۃ دینا روا ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہے جس سے غنی کو خارج نہیں رکھا جا سکتا اور وہ ہے تالیف قلوب

---

[۱۰] تحفۃ الفقہاء للسمرقندی ص ۶۱۵

[۱۱] " " " ص ۶۲۰

کا صیغہ امام ابوالحسن ماوردی نے اس کی چار قسمیں بتائی ہیں :-

(۱) جن کو مسلمانوں کی اعانت پر آمادہ کرنے کے لئے دیا جائے۔

(۲) جن کو مسلمانوں کی اذیّت سے روکنے کے لئے دیا جائے۔

(۳) جن کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دیا جائے اور

(۴) جن کو اس لئے دیا جائے کہ ان کی قوم اور قبیلے والے اسلام کی طرف مائل ہوں۔ سوائے شق (۳) کے باقی شقوں میں اور خاص کر شق (۴) کے تحت قبیلہ کے صاحب اقتدار لوگ ہی زیادہ کار آمد ہو سکتے ہیں اور اگر عطا کو فقیر و مسکین تک ہی محدود رکھنا ہے تو ان مقاصد میں کامیابی مشکوک ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگی۔ امام حنبلؒ کا مذہب بھی یہی ہے کہ "المولف هو السيد المطاع فى عشيرة ممن يرجى اسلامه او يخشى شره"[۱۲] یعنی مؤلف سے مراد قبیلہ کا سردار ہے جس کے اسلام قبول کر لینے کی امید کی جاتی ہے یا جس کی دشمنی سے ڈرا جاتا ہے۔ چنانچہ مؤلفۃ القلوب کے صیغہ میں بھی فقر کی شرط کا اعلان نہیں ہو سکتا۔ سنن ابی داوٗد میں کتاب الزکوٰۃ میں "باب من يعطى الصدقة وحد الغنى" کے تحت لکھا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے معاملہ میں کسی نبی یا غیر نبی کا فیصلہ پسند نہیں فرمایا یہاں تک کہ خود ہی اس کے مصارف متعین کر کے حکم صادر فرمایا جس کے آٹھ اقسام بیان کئے۔ اگر تم ان اقسام میں داخل ہو تو میں تمہیں دے سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا تم فقیر ہو؟ بلکہ یہ دریافت فرمایا کہ آٹھ مصارف میں سے کس کے تحت آتے ہو؟ یعنی ان آٹھ کی آزادانہ حیثیت کو قبول فرمالیا۔ اگینانڈز[۱۳] نے منہاج کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک حدیث کے مطابق ایک طالب علم کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ گو اس کے پاس چالیس سال کا خرچ موجود ہو۔ پس یہاں یہ عیاں ہو جانا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے احکام کے مطابق کئی صورتوں میں غنی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ یعنی فقر کی شرط قطعی نہیں ہے اور نہ اجازت "عاملین علیہا" تک محدود

---

۱۲ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ الجزء الاول ص ۶۲۴

۱۳ AGHNIDES, MUHAMMADAN THEORIES OF FINANCE P. 455

ہے جیسا کہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے [14]

(۸) اب آل ہاشم کو لیجئے۔ چودہ اصحاب سے احادیث منقول ہیں جن میں ان کو زکوٰۃ لینے سے منع کیا گیا ہے [15] لیکن ان کی امداد خمس سے ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل (۸: ۴۱) یعنی "اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور (ایک حصہ) آپؐ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصّہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے خمس سے امداد بند ہو جائے تو فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ مستحق سادات کی امداد زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ۔فاما آل محمد الذین جعل لھم الخمس عوضاً من الصدقۃ فلا یعطون من الصدقات المفروضات شیأ قل او کثر لا یحل لھم ان یا خذ وھا ولا یجزی عمن یعطیھوھا اذ عرفھم وان کانوا محتاجین وغارمین ومن اھل السھمان وان حبس عنھم الخمس و لیس منعھم حقھم فی الخمس یحل لھم ما حرم علیھم من الصدقۃ [16] یعنی" سادات کو جنہیں صدقہ کی جگہ خمس ملا ہے، زکوٰۃ فرض شدہ میں سے کچھ نہیں ملتا۔ نہ تھوڑا بہت۔ ان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اسے لیں اور نہ دینے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ جانتے ہوئے سیّد کو زکوٰۃ دے۔ چاہے وہ سیّد محتاج یا مقروض یا کسی اور مانی ہوئی صنف میں سے ہو۔ لیکن اگر (کسی وجہ سے) خمس بند ہو جائے تو ایک ایسے سیّد کے لئے جس کا خمس میں حق تھا زکوٰۃ جو (پہلے) حرام تھی (اب) حلال ہو جائے گی۔" "مجمع" کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب تھا [17] یعنی متعدد احادیث میں صریح ممانعت کے ہوتے ہوئے فقہاء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ سیّد کو موجودہ زمانے میں زکوٰۃ دی جا سکتی

---

[14] قرآن میں نظام زکوٰۃ مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ ص ۵۰

[15] تحفۃ الفقہاء للسمرقندی۔ ص ۶۲۱

[16] الام۔ ج ۲ ص ۶۹ (طبع ۱۳۲۱ھ)

[17] AGHNIDES, MUHAMMADAN THEORIES OF FINANCE.

ہے کیونکہ خمس سے امداد کا ذریعہ بند ہے۔

(۹) غیر مسلم کو زکوٰۃ سے محروم کرنے کی وجہ ان ہدایات کا آخری ٹکڑا ہے جو حضرت معاذ رضؓ کو یمن بھیجتے ہوئے دی گئی تھیں اور جو اوپر پیرا ۶ الف میں منقول ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: فبین فی قصة معاذ ان ھذا فی المسلمین خاصة [18] لیکن جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے، اس روایت میں زکوٰۃ کے عام اثر کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اس کے ظاہری اور لفظی معنوں پر اس قدر اصرار درست نہیں۔ مؤلفة القلوب کے بارے میں مالکیہ مذہب یہ ہے: ھم کفار ... والتحقیق انه اذا دعت حاجة الاسلام الی استئلاف الکفار اعطوا من الزکوٰة ولا فلا .... ویلحق به الجاسوس ولو کافراً [19] یعنی " اس سے مراد کفار ہیں .... اور تحقیق یہ ہے کہ جب اسلام کو کفار کے تالیف قلوب کی ضرورت ہو تو انھیں زکوٰۃ میں سے دیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں .... اور اس سے جاسوس کو بھی مل سکتا ہے گو وہ کافر ہی ہو۔" حنابلہ کا مسلک یہ ہے:- المؤلف ھو السید المطاع فی عشیرة ممن یرجی اسلامه ویخشی شره [20] یعنی مؤلف سے مراد وہ سردار مطاع ہے اس قبیلہ کا جس کے اسلام لانے کی امید ہو اور جس کے شر سے ڈر ہو۔" گویا امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تالیف قلوب اور جاسوسی کی خاطر زکوٰۃ کافر پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ یعنی اصولاً کافر زکوٰۃ سے خارج نہ رہا۔ قاضی ابو یوسف لکھتے ہیں:-

حدثنی عمر بن نافع عن ابی بکر قال مر عمر بن الخطابؓ بباب قوم وعلیه سائل یسأل شیخ کبیر ضریر البصر فضرب عضده من خلفه وقال من ای اھل الکتاب انت؟ فقال: یهودی قال: فما الجأك الی ما اری. قال:	عمر بن نافع نے ابی بکر سے روایت کی کہ حضرت عمر کسی قوم کے دروازے سے گزرے اور اس پر ایک بہت بوڑھے نابینا سوالی کو دیکھا آپ نے پیچھے سے اس کے بازو کو ہلایا اور پوچھا کہ تم کون سے اہل کتاب ہو؟ اس نے کہا یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہیں مانگنے پر کس چیز نے مجبور کیا۔ اس نے کہا جزیہ ادا کرنے کے لئے اور اپنی

---

[18] الام - الجزء الثانی - ص ۹۱

[19] کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه تالیف عبد الرحمٰن الجزیری - ص ۶۲۳ و ۶۲۴

[20] کتاب الخراج فصل فی من تجب علیه الجزیه - ص ۷۲

الجزية والحاجة والسن قال
فاخذ عمرؓ بيده وذهب به الى منزله
فرضخ له بشئ من المنزل ثم ارسل الى
خازن بيت المال وقال انظر هذا وضرباءه
فوالله ما انصفناه ان اكلنا شبيبته ثم نخذله
عند الهرم۔ انما الصدقات للفقراء و
المساكين والفقراء هم المسلمون وهذا
من المساكين من اهل الكتاب وضع عنه
الجزية وعن ضرباءه قال قال ابوبكر
انا شهدت ذلك من عمرؓ ورايت
ذلك الشيخ [21]

حاجات پورا کرنے کے لئے بوڑھاپے میں مانگتا پھرتا ہوں۔
ابوبکر نے کہا پھر (حضرت) عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا
اور اپنے ٹھکانے پر لے گئے اور اسے کچھ چیز دی۔ پھر خزانچی
کو بلایا اور کہا کہ اس کی اور اس قسم کے اور لوگوں کی خبر گیری
کرو۔ خدا کی قسم ہم نے انصاف نہیں کیا۔ ہم اس کی جوانی
سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اب بڑھاپے میں اسے بے سہارا
چھوڑ دیں۔ (پھر آپ نے پڑھا) تحقیق زکوٰۃ ہے فقراء
کے لئے اور مساکین کے لئے (اور فرمایا) فقراء مسلمان ہیں
اور یہ شخص مساکین اہل کتاب میں سے ہے اور اس پر سے اور
اس جیسے دوسروں سے جزیہ ساقط کر دو۔ راوی نے کہا کہ
ابوبکر نے کہا کہ میں حضرت عمر کے واقعہ کا خود شاہد ہوں اور
میں نے اس بڈھے کو دیکھا ہے۔

اس روایت کے مطابق غیر مسلم اہل کتاب محتاج مساکین کے زمرے میں شامل اور زکوٰۃ کے حقدار ہیں۔

(١٠) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کئی ایسے واقعات ہیں جن میں غیر مسلموں کو عطیئے دیئے گئے مگر کہا جاتا ہے کہ یہ اختیاری صدقہ یا غنیمت وغیرہ سے ہوتا تھا۔ مثلاً امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ولا بأس ان يتصدق على المشرك من النافلة وليس له من الفريضة من الصدقة حق [22] یعنی "اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشرک پر نفل صدقہ میں سے خرچ کیا جائے لیکن فرض صدقہ (یعنی زکوٰۃ) میں اس کا کوئی حق نہیں۔" سمرقندی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد کا بھی یہی مسلک ہے [23] جب غنیمت اور فے کی عدم موجودگی کی وجہ سے بیّد کے بارے میں حضورؐ کی صریح ممانعت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے تو غیر مسلم کے بارے میں کوئی ممانعت موجود ہے تو اسے بھی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ساقط سمجھنا چاہیئے۔ (باقی)

---

[21] کتاب الخراج فصل فی من تجب علیہ الجزیہ ص ٧٢

[22] الام الجزء الثانی ص ٦١ [23] تحفۃ الفقہاء ص ٦٢٩